



۲۱/۵

متحدہ محاذ کی قومی کانفرنس میں

قائد جمعیۃ مفتی محمود کا خطاب

○ میں دوست ممالک کے سربراہوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کے قرضوں کی بنیاد پر جو بھی معاہدہ ہماری شرکت کے بغیر منظور ہوگا اگر ہم برسر اقتدار آگئے تو ان قرضوں کی ادائیگی کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔

○ بھٹو صاحب کو اسلحہ دینے والے ممالک اور پاکستانی قوم کی جانوں کی حفاظت کا بھی وعدہ لیں تب اسلحہ دیں۔

○ حکومت لاعلاج ہے اس سے کسی قسم کا مطالبہ بے سود ہے

لہٰذا

○ اس کا ہٹانا از بس ضروری ہے

27-6-75

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

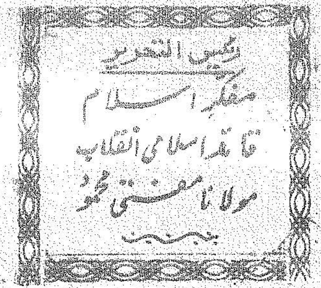
اللہ کے لیے محبت کا صلہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ لَعُمُدًا مِنْ یَاقُوْتٍ عَلَیْهَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ تُضِیْءُ کَمَا یُضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یَسْکُنُهَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰہِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپؐ نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں اور ان پر زبرجد کے بالا خانے بنے ہوئے ہیں جن کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ وہ ایسے جگمگاتے ہیں جیسے چمکدار ستارہ جگمگاتا ہے لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ رہنے کے لیے کس کو ملیں گے؟ فرمایا جو آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے مل بیٹھتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

آج کل دنیا میں غضب کا شور مچا ہوا ہے ہر شخص اس دھن میں ہے کہ مجھے دولت سمیٹنی چاہیے۔ مجھے اپنی طاقت بڑھانی چاہیے مجھے اتنا زبردست ہونا چاہیے کہ دوسرے مجھے دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگیں۔ مونچھوں کو زبردست تاؤ دے رہا ہے، کمزور بیچارہ حیرت سے تک رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خرابی افراد سے گزر کر اب پورے معاشرے میں سرایت کر گئی ہے۔ خوفِ خدا سے خالی افراد نے جب دیکھا کہ زبردست بننا اکیلے آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے تو مل کر جتھے بنا لیے اور ہر ایک نے اپنے جتھے کا نام قوم رکھ لیا اور لگے ایک دوسرے کی طرف غرانے۔ آج ان قوموں کے ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے سے ایک مصیبت بنی ہوئی ہے۔ زوردار کہتے ہیں ہیچ نہ غم۔ کمزور کہتے ہیں مرے سو ہم۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا پر یہ مصیبت کیوں آئی ہے۔ صرف خود غرضی اور خواہشوں کے پیچھے چلنے کی بدولت! جانتے ہو کہ اس کا علاج کیا ہے۔ اللہ کو ماننا اور جو کچھ کرنا اسی کے لیے کرنا۔ خود غرضی کا علاج دنیا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں اور ظاہر ہے کہ جہاں خود غرضی آئی وہاں چھینا، جھپٹ، لڑائی، دشمنی، کینہ حسد غالب آگئے۔

حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کا ماننا اور اس سے ڈرنا دنیوی زندگی میں امن و امان کا ذمہ دار تو ہے ہی، آخرت میں بھی محض اللہ ہی کے لیے کام کرنے والوں کا درجہ بہت بلند ہوگا۔ تجربے نے ثابت کر دیا کہ دنیا میں جو اللہ سے پھرا وہ آفتوں میں پھنسا اور اللہ کے رسولؐ نے بتا دیا کہ آخرت کا اجر و ثواب محض اللہ کی رضا سے وابستہ ہے۔ محبت ہو تو اللہ کے لیے، مل بیٹھو تو اللہ کے لیے، میل ملاقات کرو تو اللہ کے لیے۔







جلد ۲۱ — شمارہ ۵ | ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۷۵ء | فی پرچہ ۶۰ پیسے

★ ——— مفکرِ اسلام حضرت العلامہ مولانا مفتی محمود مدظلہ

کاش! اس مقام پر ہم ہوتے

ہندوستان کی وزیرِ اعظم اندرا گاندھی سے متعلق الٰہ آباد ہائی کورٹ کے ایک جج کا فیصلہ آپ حضرات نے سن اور پڑھ لیا۔ یہ فیصلہ ہندوستان کی سوشلسٹ پارٹی کے سربراہ مسٹر راج نارائن کی اس انتخابی عذرداری پر صادر کیا گیا جس کا تعلق بریلی کے حلقہ کی نیابت سے تھا۔ مسز گاندھی نے اس حلقہ سے انتخاب لڑا۔ مدمقابل مسٹر راج نارائن تھے۔ مقابلہ میں اول الذکر جیت گئیں اور جیتنے کے بعد کانگرس نے ان کو ملک کی وزارتِ عظمیٰ کے لیے نامزد کیا نتیجۃً انہوں نے اپنے ملک کا یہ سب سے عظیم اور ذمہ دارانہ عہدہ سنبھالا اور کئی سال سے وہ اس منصب پر فائز ہیں۔

مسٹر نارائن نے فوراً ہی انتخابی عذرداری دائر کر دی تھی جس میں اپنے حریف پر چند الزامات تھے۔ عدالت نے سو کے قریب گواہوں کے بیانات سنے انہیں ریکارڈ کیا اور بالآخر فیصلہ مسز گاندھی کے خلاف دے دیا۔

کون مسز گاندھی؟ جس سے ہمارے چاہے کتنے اختلافات ہوں لیکن اپنے ملک و قوم میں جو انتہائی ہر دلعزیز ہے۔ جس کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس نے قومی خدمت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اسی مسز گاندھی کے خلاف وہاں کے کورٹ نے فیصلہ دیا اسے مجرم ٹھہرایا اس کے انتخاب کو غلط قرار دیا۔ اور اس کے نتیجہ میں اس کی وزارتِ عظمیٰ کا ختم ہونا بھی لابدی ہے۔ یہ سب پڑھنے اور سننے کے بعد ہمارے ذہن میں اچانک اور معاً یہ بات آئی کہ "کاش اس مقام پر ہم ہوتے"۔

اسی مقدمہ میں جب مسز گاندھی کو کورٹ نے طلب کیا تھا اور انہوں نے ۵½ گھنٹہ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اپنا بیان ریکارڈ کروایا اور وکلاء کی جرح کا جواب دیا تھا۔ اس پر ایک ہندو رائٹر نے اسلام کے نظامِ عدالت کی برتری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "جس مقام پر کبھی مسلمان حکمران تھے آج اس کردار کا ہند کی وزیرِ اعظم اور عدلیہ نے مظاہرہ کیا"۔

یہ تحریر دلی کے مشہورِ عالم اخبار "الجمعیۃ" میں چھپی اور ہم نے اس کا ایک حصہ "خدام الدین" میں بھی اس وقت شائع کیا تھا جس کا مقصد

نام نہاد مسلمان حکمرانوں کو غیرت دلانا تھا اور اب جب یہ فیصلہ سامنے آچکا ہے تو اس ملک میں عدلیہ کی آزادی اور جمہوری عمل کے سلسلہ میں وہاں کے بڑے چھوٹے لوگوں کی واضح ذہنیت کھل کر سامنے آگئی لیکن دوسری طرف ہم ہیں جو اللہ کے آخری پیغمبر فداہ ارواحنا وانفسنا کے نام لیوا ہیں۔ اس نبی رحمت کی وساطت سے ہمیں جو لائحہ عمل ملا اس میں ہر حال میں عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم ہے اور اسے اقرب الی التقویٰ کہا گیا اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں دوست دشمن کی بات مت دیکھنا بلکہ حق و صداقت کے دامن کو ہر حال میں تھامنا۔ ہم نے اسی فطری نظام کے نفاذ و احیاء کے لیے عفت و عصمت اور جان و مال کی اتنی بڑی قربانی دے کر پاکستان حاصل کیا۔ جس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہے لیکن اس کے بعد دوسرے شعبہ ہائے زندگی کے علاوہ اس شعبہ میں بھی ہم نے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ بلکہ گستاخی معاف چند مواقع ایسے آئے جب یہی مقدس ادارے عوام کی آرزوؤں کا خون کرنے کا موجب بن گئے اس سلسلہ میں ملک کی دستور یہ توڑنے پہ عدلیہ کی طرف سے اس کو حق بجانب ثابت کرنے اور تحریک مقدسہ تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں عدلیہ کی کارگزاری محض دو مثالیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدس ادارہ ہی ایک ایسا ادارہ ہے جہاں سے دکھی اور ستم رسیدہ انسانیت کو حق و انصاف ملتا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ وہ عظیم تقاضے پورے نہیں ہو رہے بلکہ عوام ادھر کا منہ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ اور اس کی وجہ واضح ہے وہ اس نظام کی پیچیدگی اور مدتوں تاریخوں پر تاریخیں دیتے چلا جانا وغیرہ قسم کی باتوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ایک نقصان کے بعد دوسرا نقصان برداشت کرنا ان کے بس کا روگ نہیں۔

اس صورت حال کی اصل ذمہ داری ارباب اقتدار پر ہے۔ جنہوں نے اپنے مذموم مقاصد لایعنی اور فضول خواہشات کے پیش نظر ان مقدس اداروں کو بھی معاف نہیں کیا اور دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبہ کے متعلقین کو بھی "شاہ والانبار" کی مرضی کا پابند کر دیا ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ وہ اسلام جو کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو مافوق الفطرت نہیں سمجھتا اور ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے ہوئے حق و انصاف کا پھریرا لہراتا ہے۔ اس کے نام لیواؤں کے ملک میں بعض "بلندتر" شخصیتیں عدالتی حاضری سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عناصر جنہیں عدالت سے بھی بلندتر سمجھا گیا ہے وہ من مانی کرتے ہیں اور انہیں کوئی ٹوکنے والا نہیں ہوتا ورنہ لائلپور کے جلسہ عام میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ ولی خاں کے متعلق کورٹ کا فیصلہ میرا فیصلہ نہیں ہوگا اور اس پر ستم یہ کہ جب ہمارے ایک معزز دوست نے ان انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز ریمارکس پر عدالت عالیہ میں عدالت کے احترام و عزت کے تحفظ کے لیے درخواست دی تو اس کی درخواست شرف قبولیت حاصل نہ کر سکی۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے۔ ہم عدلیہ کے معاملہ میں انتہائی بلند خیالات رکھتے ہیں اس کی عزت اور وقار کا تحفظ ہمارا فرض ہے اور اس سر دردی کا مقصد بھی اس کے احترام اور وقار کو بحال کرانا ہے اس لیے ہمارے ذی عزت اراکین عدلیہ ہماری گزارشات پہ توجہ دیں اور سوچیں کہ خدائے برتر نے انہیں جس عظیم منصب پر سرفراز کیا ہے اس کی قرآنی حیثیت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں عدلیہ کے لیے وہ دن سیاہ ترین دن تھا جب سانگھڑ کے ایک قابل صد احترام رکن عدلیہ کو بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور اسے۔ ڈی۔ پی۔ آر میں گرفتار کیا گیا لیکن کیا میں پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ کہتے لگ بھگ جنہوں نے اپنے ذی عزت پیشہ جیسے پیشہ

کہنا مناسب نہیں کہ یہ ایک عظیم دینی و قومی خدمت ہے کے وقار کے خلاف اس گھناؤنی حرکت پر احتجاج کیا؟

ہمارے ملک کی انتظامیہ عوام پر عدم تشدد کرنے میں اتنی دلیر ہو چکی ہے کہ الامان - اور وجہ ظاہر ہے کہ جو اس بے لگامی کو روک سکتے ہیں وہ گردش دوراں کا شکار ہیں - اگر وہ بھی قرآن و سنت کے ارشادات اور دور مقدس کی تاریخ کی روشنی میں عمر و علی علیہما الرضوان کی طرح وقت کے حکمرانوں کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کریں تو ایک خوشگوار انقلاب چٹکیوں میں ممکن ہے۔

آپ نے دیکھا کہ مسز گاندھی کا محض اتنا قصور ہے کہ انتظامیہ اس کے انتخاب میں ملوث تھی - اس پر عدلیہ نے اسے ناکوں چنے چبوا دیے۔ اگر اسی طرح ملتِ اسلامیہ کے قابل صد احترام اراکین عدلیہ جرأتِ شریحؒ سے کام لے کر بشیر الدین جیسے مردانِ حُر کی روایات اپنائیں تو حالات کا اصلاح پذیر ہونا یقینی ہے۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ ہر شعبۂ زندگی میں مصروف عمل حضرات کو ہدایات ربانی پر کاربند بنائے۔

۲۰ جون ۷۵ء

متحدہ جمہوری محاذ کے رہنماؤں سے!

متحدہ جمہوری محاذ کے قومی کنونشن کی اہمیت سے متعلق رئیس التحریر حضرت العلامہ مفتی محمود کے قلم سے ایک انتہائی فاضلانہ مقالہ بصورت اداریہ آپ کے سامنے آچکا ہے - اس تحریر کے سامنے آنے کے بعد قلب پاکستان لاہور میں وہ کنونشن منعقد ہوا۔

اس کنونشن میں ملک بھر کی سیاسی جماعتوں (ایک آدھ کے سوا) نے بھرپور طریق سے شرکت کی - رہنما آئے، کارکن آئے، طلبہ مزدوروں، کسانوں کے نمائندوں نے خصوصی دعوت پر شرکت کی۔

دو دن میں چھ اجلاس منعقد ہوتے انہیں مختلف حضرات نے انتہائی جامع اور مختصر لیکن پُر مغز تقریریں کیں، تجاویز سامنے آئیں - اور قراردادیں منظور ہوئیں۔

جہاں تک ہماری ناچیز ذات کا تعلق ہے ہم اس تاریخ ساز کنونشن کے انعقاد پر اکابرینِ محاذ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے گھٹن اور تاریکی کے دور میں حریت و استقلال، جوانمردی و بہادری اور عزم و ہمت کی نئی روایات قائم کیں لیکن - ؏ خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے - کے مصداق چند گزارشات پیش کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں :

۱- محاذ کے بعض رہنماؤں نے جن میں حضرت قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود بھی شامل ہیں کی تقریروں کے بین السطور اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ اس قسم کے اتحاد میں جس یک جہتی، پیار و محبت اور باہمی ایثار و خلوص کی ضرورت ہے وہ ابھی ناپید ہے - اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اخوت و محبت کی ایسی ریت اپنائی جائے کہ ہمدلی و ہمزبانی کا سماں پیدا ہو سکے - یہ کام محاذ کے عظیم المرتبت قائدین کے کرنے کا ہے - یہ حضرات اپنی خداداد بصیرت اور دولت خلوص کے پیش نظر ایسا کر سکتے ہیں - اور یقین فرمائیں کہ اس صورت حال کے بعد آپ کے لیے سفر کی آسانی ہو جائے گی۔

۲- محاذ نے یہ تو طے کر دیا کہ بھٹو ناقابل اصلاح ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا از بس ضروری ہے - اس کے بغیر ملک کی سلامتی کا تصور بھی مشکل ہے کیونکہ بھٹو اور ملک ایک ساتھ نہیں چل سکتے - لیکن اس سلسلہ میں بوجوہ ابھی تک لائن آف ایکشن کا تعین نہیں ہو سکا - خوشی ہے کہ اکابرین ملت نے بہت جلد قوم کو مژدہ جانفزا سنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

تاہم ہماری گزارش ہے کہ اس میں تاخیر نہ

ہونی چاہیے۔ جتنی جلدی ممکن ہو قوم کی واضح رہنمائی فرمائیں اور یقین کریں کہ آپ نے انتہائی اقدام کے طور پر جو بھی فیصلہ کیا اس کا بھرپور طریق سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

۳۔ جماعتی سرگرمیوں کے تعطل کے فیصلہ پر سختی سے عملدرآمد ہونا چاہیے تاکہ قومی کاز کو نقصان نہ پہنچے

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت محاذ کے صاحب بصیرت اور قابل احترام رہنماؤں کی دستگیری فرمائیں تاکہ وہ قوم کے مسائل کو بہتر طریق سے حل کر سکیں۔

کیا یہ اسمبلی کی توہین نہیں؟

روزنامہ جنگ کراچی کی ۱۶ر جون کی اشاعت میں جھلکیوں کے عنوان میں ایک جھلکی یہ بھی ہے کہ

"بجٹ اجلاس کے پانچویں روز کی بحث کے دوران ہاؤس میں صرف ۱۲ ممبر موجود تھے۔"

ہم نے یہ خبر پڑھی تو سکتہ میں آگئے اور سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمارے ملک کا سب سے زیادہ ذمہ دار اور با اختیار ادارہ جس پر روزانہ لاکھوں روپیہ اخراجات کی مد میں اٹھتا ہے اس کس مپرسی کا شکار ہے۔

یہ درست ہے کہ متحدہ جمہوری محاذ/حزب اختلاف بائیکاٹ کیے ہوئے ہے۔ لیکن اسمبلی میں پیپلز پارٹی کی واضح اکثریت ہے۔!

اس واضح اور غالب اکثریت کے باوجود وہ لوگ قومی مسائل میں آخر کیوں نہیں دلچسپی لیتے؟ حقوق و مراعات حاصل کرنا اور فرائض سے پہلو تہی کرنا آخر کہاں کا انصاف ہے؟

پیپلز پارٹی کے ممبران گرامی کے کیا مشاغل ہیں کہ وہ ہاؤس میں جا کر اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے۔ کیا ان کا کام محض ڈیوٹوں اور پرمٹوں پر لڑائی اور اپنے قائد کا استقبال ہی ہے یا کچھ اور بھی؟

ظاہر ہے کہ قوم نے ان کو صرف اتنی سی بات کے لیے منتخب نہیں کیا بلکہ قوم نے کچھ اور بھی ذمہ داریاں ان کے سپرد کی ہیں لیکن حیرت ہے کہ حزب اختلاف کے ممبروں کو تو طعنے دیئے جاتے ہیں جو صرف اسمبلی کے تقدس کی بحالی کے لیے سرگرم عمل ہیں اور آپ گلچھرے اڑانے میں مصروف ہیں؟

اس کے ساتھ ہی ہم اسمبلی کے معزز سپیکر سے پوچھنا اپنا حق رکھتے ہیں کہ تین تین ممبروں کی موجودگی میں اجلاس کے انعقاد کے لیے کیا وجہ جواز ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوا؟

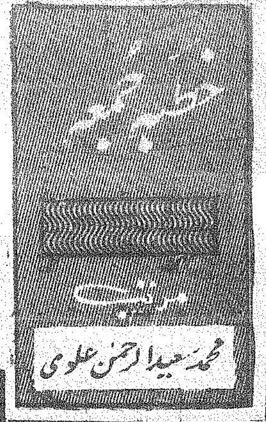
اور کیا ریلوے بجٹ ۲۵ ممبروں کی موجودگی میں منظور نہیں ہوا اور کیا جنگ کراچی کی تازہ خبر غلط ہے؟

اگر یہ باتیں صحیح اور یقیناً صحیح ہیں تو پھر اس کا جواب آپ کو دینا ہوگا کہ کورم کے بغیر جو اجلاس ہو رہے ہیں ان میں ہونے والے فیصلے درست و صحیح ہوں گے؟

ہم اس طرف توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ جناب سپیکر! آپ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔ بھٹو سرکار سدا نہیں رہے گی ملک و قوم باقی رہنے والی چیزیں ہیں اس لیے ان کا خیال کریں اور ان کی بقا و سلامتی کی سوچیں؟

مولانا عبیداللہ انور کا دورہ گوجرانوالہ

کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کی مجلس استقبالیہ کے صدر اور جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ ۳۰ر جون بروز پیر بعد نماز عشاء مکی مسجد بخاری روڈ گوجرانوالہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی ضلعی جنرل کونسل کے اجلاس سے خطاب فرمائیں گے۔ اور اس موقعہ پر نظام شریعت کنونشن کی مجلس استقبالیہ کا باقاعدہ قیام بھی عمل میں لایا جائے گا۔



اللہ والے کم ہو کر بھی غالب رہتے ہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۔

سورہ بقرہ کے ۳۳ ویں رکوع کی پہلی آیت کا ایک ٹکڑا تلاوت کیا گیا ہے جس میں ارشاد ہے کہ

"بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑا جماعت پر اللہ کے حکم سے۔"

یہ ٹکڑا طالوت و جالوت کے واقعہ میں قرآن عزیز نے ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل کے دور کا ایک اہم تاریخی اور سبق آموز قصہ ہے ۔ قرآن پاک نے جہاں عقائد و اعمال کے معاملہ میں واضح رہنمائی فرمائی ہے وہاں اس کا ایک بڑا حصہ قصص و حکایات پر مشتمل ہے اور بالخصوص بنی اسرائیل کے واقعات بڑی بسط و تفصیل سے بیان فرمائے گئے ہیں ۔ لیکن ان واقعات کا مقصد محض تاریخی روایات کو دہرانا نہیں بلکہ تاریخی روایات کی روشنی میں بُرے اور اچھے اعمال کے نتائج و عواقب کی خبر ہے تاکہ قرآن کریم پڑھنے والے حضرات ماضی کی روشنی میں حال و مستقبل کی اصلاح کی فکر کر سکیں۔

اس واقعہ کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد انہی کے سلسلہ سے ایک نبی حضرت اشموئیل علیہ السلام سے قوم نے درخواست کی کہ ہمارے لیے کسی بادشاہ کا انتظام فرمائیں تاکہ جالوت نامی ظالم بادشاہ جو ہم پر مسلط ہو چکا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کر سکیں ۔ انہوں نے ایک ذہین، صاحب استعداد و صلاحیت لیکن طبقہ غربا سے تعلق رکھنے والے فرد جناب طالوت کا انتخاب فرمایا ۔ دنیا جو دولت کی پجاری رہی ہے اس پر معترض ہوئی اور وجہ اعتراض وہی کہ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ کہ اس کے پاس تو دولت ہی نہیں لیکن پیغمبرِ خدا نے انہیں اس کا قائل کیا اور بطور علامت و نشانی اس صندوق کا ذکر فرمایا جس میں تبرکات تھے اور جس کو جالوت چرا کر لے گیا تھا قدرت نے اپنے مخصوص انتظامات سے اس صندوق کی واپسی کروائی تب جا کر قوم نے قدرے خاموشی اختیار کی ۔ اس کے بعد طالوت و جالوت کا معرکہ پیش آیا ۔ حضرت طالوت فوجیں لے کر نکلے جو تعداد میں اسی ہزار تھی موسم شدید گرم تھا حضرت طالوت خوب سمجھتے تھے کہ ان میں خون دینے والے مجنوں کم ہیں اس لیے انہوں نے درمیان میں آنے والی ایک نہر کو آزمائش قرار دیا ۔ اور فرمایا کہ اوّل تو اس سے پانی پینا نہیں اور اگر پینا ہے تو محض چلو بھر ۔ لیکن اسی ہزار کے ٹڈی دل سے صرف ۳۱۳ باقی بچے جو اس آزمائش میں ثابت قدم رہے ان تین سو تیرہ بزرگوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے ۔ اور ان کے علاوہ ان کے والد گرامی اور چھوٹے بھائی بھی تھے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام ابھی تک منصب نبوت پر سرفراز نہیں ہوئے تھے لیکن ان کی بہادری نے کام کیا اور انہوں نے تین پتھروں

سے طالوت کو واصل جہنم کیا۔ جالوت اس وقت لوہے میں غرق تھا صرف منہ کھلا تھا یہ پتھر اس کے ماتھے میں لگے اور پیچھے کو نکل گئے۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بارہا مرتبہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں اللہ کے حکم سے۔

چنانچہ جب اسی وقت کو دیکھتے ہیں تو خداوند قدوس کی یہ بات سو فیصد صحیح ثابت ہوتی ہے کہ ۳۱۳ مجاہدین نے کفر کے لشکر جرار کا منہ پھیر دیا اس کے علاوہ آپ قرآنی تاریخ اور واقعات عالم کو پڑھیں تو آپ کو اہل حق ہمیشہ تھوڑے نظر آئیں گے لیکن جب کفر سے مقابلہ پیش آیا تو قدرت نے اپنے رحم و کرم سے عنایت فرمائی اور وہ لوگ کمزور ہونے کے باوجود کامیاب ہوگئے۔

اگر تاریخ اسلام کے واقعات کا بھرپور انداز سے جائزہ لیا جائے تو اس قرآنی حقیقت کی اصلیت کھل کر سامنے آجاتی ہے کفر و اسلام کی سب سے پہلی جنگ جس نے تاریخ کا رُخ پھیر دیا اور وہ بدر کی جنگ ہے۔ اس میں اہل اسلام اور اہل کفر کا جو تناسب تھا اس سے دنیا آگاہ ہے لیکن قدرت نے جس انداز سے امداد فرمائی وہ بھی ایک قرآنی حقیقت ہے۔ اس کے بعد بھی آپ کو اس قسم کے واقعات بکثرت ملیں گے جن سے واضح ہوگا کہ کامیابی اور غلبہ کا اصل سبب حکم الٰہی ہے۔

ایک دوسرے طریق سے دیکھیں تو سورہ توبہ میں حنین کا واقعہ موجود ہے جس میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بہت تھی لیکن اس دن مسلمانوں کے ذہن میں ذرا سی بات آگئی کہ آج ہم زیادہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کو اتنی سی بات پسند نہ آئی اور وقتی طور پر مسلمان ابتلا میں پھنس گئے بعد میں پھر اللہ تعالیٰ نے حالات پلٹ دیے اور مسلمانوں کی شکست فتح میں تبدیل ہوگئی۔

یہ تمام حالات و واقعات منہ بول بول کر کہہ رہے ہیں کہ فتح و شکست کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر ہے اور وہ چاہیں تو کامیابی ہو سکتی ہے وہ نہ چاہیں تو پھر کچھ نہیں جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے کہ:

"اگر اللہ تعالیٰ تمہاری امداد کرے تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اس کی طرف سے تمہاری رسوائی کا فیصلہ ہو جائے تو پھر کون ہے جو تمہاری امداد کرے؟"

گویا کامیابی، فتح اور عزت سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے اور جب آدمی خدائے برتر سے بے نیاز ہو کر کوئی کام کرے تو پھر کامیابی محال و ناممکن ہے۔ اب کامیابی کا نسخہ وہ سراسر اطاعت الٰہی اور گناہوں سے اجتناب ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف کامل رجوع کرے اور اس کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارے تو قدرت خود فتح و نصرت کا سامان پیدا کر دیتی ہے۔ اور

متحدہ محاذ کے قومی کنونشن میں اکابرین جمعیۃ کے خطاب

متحدہ جمہوری محاذ کے قومی کنونشن منعقدہ ۱۴-۱۵ جون بمقام مسلم لیگ ہاؤس لاہور میں جہاں محاذ میں شامل جماعتوں کے نمائندوں اور دوسری مختلف تنظیموں کے خصوصی دعوت پر مدعو نمائندوں نے شوکت کی وہاں جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں، کارکنوں اور رضاکاروں نے بھی بھرپور طریق سے حصہ لیا۔

کنونشن کے دو روز تین اجلاس ہوئے۔ جن میں ملک کے موجودہ مسائل پر سیر حاصل تقریریں ہوئیں، قراردادیں منظور ہوئیں۔ اور اپنے اتحاد کو مزید موثر بنانے کی سعی کی گئی۔

۱۵ جون کا افتتاحی اجلاس جو کنونشن کا آخری اجلاس تھا جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے سربراہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدہم کی دعا پر ختم ہوا۔ اسی اجلاس میں قائد جمعیۃ مفکر اسلام حضرت مفتی محمود صاحب کی تقریر ہوئی۔ جو بلاشبہ پورے پروگرام کا حاصل اور نچوڑ تھی۔ جبکہ پہلے دن کے تیسرے اجلاس کی صدارت حضرت امیر مرکزیہ الشیخ العلام مولانا درخواستی زید مجدہم نے کی اور مختصر خطاب فرمایا۔ ان دونوں حضرات کے علاوہ بھی جماعتی رہنماؤں نے اظہار خیال فرمایا۔ ہم محض انہی دو بزرگوں کے ارشادات ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

حضرت الامیر مولانا درخواستی زید مجدہم

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

قال علیہ السلام۔ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا — اَفْضَلُ الْجِہَادِ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ الْجَائِرِ۔ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ وَلَیْسَ وَرَآءَ ذَالِکَ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ — اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِجَبَانٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْجُبْنِ

مدت کے بعد یہ اجتماع ہوا ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء، مشائخ، طلباء، وکلاء اور عوام اس میں شریک ہیں، سب کو مبارکباد کہتا ہوں ؎

نا امید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
کہ بیک خروش بمنزل گہے رسیدہ ام

آواز آ رہی ہے کہ آنے کی دیر ہے منظوری میں دیر نہیں، مانگنے کی دیر ہے دینے میں دیر نہیں، دینے والا دے رہا ہے مگر ہم نے مانگنا چھوڑ دیا ــــ ابھی کئی حضرات نے تقاریر کرنی ہیں۔ وقت کی بھی پابندی ہے۔ یعنی صرف دس منٹ میں مجھے کچھ کہنا ہے۔ جبکہ اتنے مختصر وقت میں ایک حدیث بیان کرنی مشکل ہے۔ بہرحال اجمالاً عرض کر دوں کہ اللہ نے یہ ملک ہمیں اس وعدہ

پیدا کر اس میں اسلامی آئین نافذ کریں گے تم سب جانتے ہو کہ یہی وعدہ تھا؟ (عوام نے اقرار کیا) لیکن حالت یہ ہے کہ ۱۸ سال گزرنے کے باوجود جو بھی اقتدار پہ آیا نہ تو اس نے اسلامی آئین نافذ کیا اور نہ اسے اپنانے کا ارادہ کیا گویا ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے والا معاملہ ہو گیا۔

ے من از بیگانگاں ہرگز نمے نالم
بلاہائے کہ شد نازل ز دستِ دوستاں آمد

جیل اور دوسرے مصائب ہمارا راہ روک نہیں سکتے

کس کس چیز کو بیان کروں جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا دماغ چکرا گیا۔ اسلام دربدر رو رہا۔ کونے کونے سے اسلام کی ابدیت و حقانیت کی آواز آ رہی ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ مگر ہمارے حالات کے سبب نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ ے

کہتا ہے اسلام فریاد کر کے
مجھے کب چھوڑیں گے آزاد کر کے

اس سب کے باوجود ہمیں ناامیدی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے جو جدا تھے اکٹھا کر دیا۔ (سب کہو الحمد للہ) میں نے آیت بھی اسی مناسبت سے پڑھی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف نہ کرو۔

جبتک ظالم کا ظلم ختم نہیں ہوگا حق والے حق کہتے رہیں گے

آؤ آج عہد کرو کہ اسلامی آئین نافذ کرانے، ظلم کو مٹانے، بے انصافی کرنے والوں کو ہٹانے کے لیے محمد کریم علیہ السلام کے غلام مل کر کوشش کرنے کو تیار ہیں (انشاء اللہ سب نے اقرار کیا) اگر تم لوگ پکا ارادہ کر لو اور مصائب کو برداشت کرنے کا عزم کر لو نیز اپنے دل میں دین مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تڑپ پیدا کر لو۔ سرحد و بلوچستان اور کشمیر میں ہونے والے مظالم کے ازالے کا جذبہ پیدا کر لو اور حق والوں کو حق دلانے کا عزم راسخ کر لو تو ربِ کعبہ کی طرف سے آواز آ رہی ہے۔ نصر من اللہ وفتح قریب۔

جہاں تک بجلی بند کر کے اور قید وغیرہ میں ڈال کر ڈرانے کا تعلق ہے یہ امر محال ہے تم مادی بجلی بند کر سکتے ہو، دین مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی نہیں بجھا سکتے (نعرہ ہائے تکبیر) کہنے والے اندھیروں میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے بھی کہیں گے۔ حق قید میں بھی کہا جائے گا۔ اور اس وقت تک کہا جائے گا جب تک ظالم کا ظلم ختم نہیں ہو جاتا۔ (نعرہ ہائے تکبیر)

نعروں کی کثرت پر حضرت نے فرمایا کہ نعروں کا وقت نہیں کام کرنے اور دین پر مر مٹنے کا وقت ہے۔ اپنا فرض پہچانو۔ جاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ۔

آپ نے اتحاد پر مبارک باد دی اور فرمایا کہ یہ اللہ کی نعمت ہے اور نعمت پر شکر کرو گے تو اس میں اضافہ ہوگا۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔

آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے جب یہاں آنے کا کہا گیا تو کہا کہ محض دس منٹ شرکت کر لو میں نے سوچا کہ کچھ کہہ بھی دوں کہ زندگی کا پتہ نہیں۔ اسی غرض سے یہ چند جملے کہے اور بار بار اتحاد، عزم راسخ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ نیز یہ کہ مصائب پر گھبرانا نہیں۔ یقین کامل کے ساتھ قدم بڑھاؤ گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اس موقعہ پر آپ نے حدیبیہ کا بیان فرمایا کہ پینے کے لیے اور وضو کے لیے پانی تک نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پانی کہیں سے لاؤ۔ پیالہ لایا گیا جو اتنا مختصر تھا کہ اس میں ہاتھ ڈبونا مشکل تھا لیکن بقول حضرت جابرؓ آپ نے اس میں انگلی رکھ دی تو فرماتے ہیں۔ رَأَیْتُ فَوَّارَتَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی آپ کی انگلیوں سے فوارے چھوٹ رہے تھے اور آپ نے فرمایا ھَلُمُّوْا بِطُھُوْرِ الْمُبَارِکِ۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

اسلام کے ایک مایۂ ناز سپہ سالار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

تذکرہ اصحاب رسول

خالد بن ولیدؓ آغاز اسلام کے مشہور سپہ سالاروں میں ہیں آپ کے مقابلے میں صرف دو ہی شخصیتوں کو لایا جا سکتا ہے یعنی عمرو بن عاصؓ اور سعد بن وقاصؓ آپ کا اصلی نام خالدؓ تھا ابو سلیمان کنیت۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ خالد بن ولید ابن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزومی۔ آپکی والدہ کا نام لبابہ تھا۔ جو ام المومنین حضرت میمونہ کی قریبی رشتہ دار تھیں عقد الفرید کے مطابق قبہ اور عانہ کے عہدے انہیں کے خاندان میں تھے۔ استیعاب کے مطابق ظہور اسلام کے وقت خالدؓ اس عہدے پر فائز تھے، غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے آپؓ بڑی شجاعت سے لڑے تھے۔

آپؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں سب سے زیادہ مستند روایت احمد بن حنبل کی ہے غالباً ۶ اور ۸ ہجری کے درمیان آپ نے اسلام قبول کیا یہ عجیب واقعہ تھا فاتح شام اور فاتح مصر ایک ہی ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے مدینہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

رائج الوقت جنگ کا طریقہ

حضرت خالد بن ولیدؓ رائج الوقت جنگ سے پوری طرح واقفیت رکھتے تھے ان کی جنگوں سے یہ بات صاف ظاہر ہوجاتی ہے کہ انہوں نے رومن اور ایران کے جنگی طریقوں کا وسیع مطالعہ کیا تھا اور ان کے فوجی نظاموں کے نقائص اور خوبیوں کو بہت اچھی طرح سمجھا تھا۔ یونانی فاتح سکندر اعظم اور یورپ کے فاتح نپولین کی طرح وہ فوج کی تعداد کے بجائے فوجی نظم اور اس کو زیادہ سے زیادہ متحرک بنانے کی کوشش کیا کرتے تھے ــــ خالد نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ رومن فوج میں حرکت کی کمی ہے کیونکہ رومن فوج کا ساز و سامان بہت بھاری ہوتا تھا اور وہ زرہ بکتر اور وزنی خود استعمال کرتے تھے، خالدؓ نے اپنے فوجی سواروں کے سامان کو زیادہ سے زیادہ ہلکا کرنے کی کوشش کی بعض اوقات تو گھوڑوں سے زینیں بھی اتار دی جاتی تھیں جس کے نتیجہ میں آپؓ کی فوج نہایت ہی سبک رفتار ہوجاتی تھی تیزی سے حملہ کر سکتی تھی اور رخ بدل سکتی تھی، یہی وجہ تھی کہ جنگوں میں خالدؓ دشمن کے پیچھے پہنچ کر اس کو گھیرے میں لے لیتے تھے۔

خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کو کبھی کبھی بہت زیادہ حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جنگ یرموک میں آپؓ نے اپنی فوج کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اس جنگ میں دشمن کی تعداد بہت کثیر تھی اور ایک سپاہی نے کہہ بھی دیا تھا کہ رومیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد بہت کم ہے لیکن خالد کو دشمن کی کمزوریوں کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا ان کو پہلے ہی سے یقین تھا کہ دشمن ان کے طریقوں کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ جنگ میں سپہ سالار کی خود اعتمادی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ خالدؓ کی یہ ایک سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ وہ تو ایسی حالت میں بھی ہمت نہیں ہارتے تھے کہ جب شکست کا پورا یقین ہو تا تھا۔ غزوہ موتہ کی جنگ میں جس فنی قابلیت کے ساتھ انہوں نے اپنی فوج کو نرغے سے نکالا ہے وہ حرب کی تاریخ میں ہمیشہ ایک مثال رہے گی۔

۷ ویں صدی کے سپہ سالار میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو موجودہ دور کے سپہ سالاروں کے لیے بھی باعث رشک ہو سکتی ہیں، آپ میدان جنگ کے جغرافیہ پر بھی پوری نظر رکھتے تھے، جنگ کسکر میں آپ نے ساحل کی قربت اور زمین کی نشیبی سے پورا فائدہ اٹھایا تھا، نشیبی زمین میں آپ نے کافی فوج محفوظ کر دی تھی جب جنگ شباب پر پہنچ گئی تو

اس چھپی ہوئی فوج نے یکایک حملہ کر دیا اور دشمن کی فتح کو شکست میں بدل دیا۔ خالدؓ محفوظ دستوں سے جنگ میں بہت کام لیتے تھے، انہوں نے کبھی اپنی فوج کو جنگ کے تنور میں نہ جھونکا، وہ تیز اور یکایک حملوں میں (SHOCK TAKTIES) کے ماہر تھے۔ نپولین نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جنگ میں جسمانی طاقت یا دیگر ذرائع ہی جنگ کا فیصلہ نہیں کرتے جنگ کے فیصلے کا انحصار سپہ سالاروں کی سوجھ بوجھ، استقلال اور خود اعتمادی پر ہوتا ہے۔ خالدؓ کی جنگوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ خالدؓ میں ایک ماہر سپہ سالار کی بدرجہ اتم تمام خوبیاں موجود تھیں، عرب فوج کو ان کی سب سے بڑی دین وہ طریقۂ جنگ تھا جس کی خصوصیات فوج کی مناسبت تقسیم فوج کی سبک رفتاری یکایک حملے وغیرہ

خالد ایک صحابی تھے ہر مسلمان کی نظر میں ان کا ایک خاص احترام ہے لیکن اس احترام کو اگر الگ بھی کر دیا جائے اور ایک غیر مذہب والے کے سامنے ان کی شخصیت کو پیش کیا جائے اور اس کی رائے طلب کی جاوے تو فیصلہ یہی ہوگا کہ خالدؓ ایک قابل سالار ہی نہ تھے بلکہ سالاروں کے سالار تھے۔ یورپی مورخین اور ماہر جنگ حضرات بھی خالدؓ کو ایک قابل جنرل تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت خالدؓ کی جنگی قابلیت کا سب نے اعتراف کیا لیکن سب سے بڑا اعتراف یہ تھا کہ خود خدا اور رسول کی طرف سے آپؓ کو سیف اللہ کا خطاب ملا۔

جنگی کارنامے

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے آپ غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اس جنگ میں یکے بعد دیگرے ۳ سپہ سالار شہید ہوگئے۔ زیدؓ جعفرؓ اور عبد اللہؓ۔ آخر میں آنحضرتؐ کی ہدایت کے مطابق خالدؓ نے علم سنبھالا، ۳ سپہ سالاروں کی شہادت سے اسلامی فوج بددل ہو چکی تھی لیکن خالدؓ نے ان خراب حالات میں بھی اپنی جنگی قابلیت سے فوج کو دشمن کے نرغے سے نکال دیا اور اس مستعدی سے خود جنگ کی کہ یکے بعد دیگرے ۹ تلواریں ٹوٹیں اس کے صلے میں آپ کو سیف اللہ کا خطاب آنحضرتؐ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔

(۲) فتح مکہ میں آپ میمنہ کے افسر تھے۔

(۳) غزوۂ حنین میں بنو سلیم کا قبیلہ مقدمۃ الجیش تھا، خالدؓ اس کے سالار تھے اس جنگ میں آپ بڑی دلیری سے لڑے اور بہت کافی زخمی ہوگئے، اسد الغابہ کے مطابق آنحضرت آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے زخموں پر دم کیا۔

(۴) جنگ کسکر میں کسکر کے تمام دہقانی اور آس پاس کے تمام عرب بھی ایرانیوں کی حمایت میں اپنی اپنی فوجیں لیکر، اندراغز کے قریب آکر خیمہ زن ہوئے۔ خالد کو خبر ملی تو سوید بن مقرنؓ کو ایک دستہ پر مامور کر کے ضروری ہدایات دے کر پیچھے چھوڑا اور خود بڑھکر مورچہ بندی میں مصروف ہو گئے اور ساحل کی قربت سے فائدہ اٹھا کر نشیبی زمین میں کچھ فوج چھپا دی، اس نظام کے بعد جنگ چھڑ گئی دیر تک جنگ جاری رہی، جب فریقین تھکنے لگے تو مسلمان کمین گاہوں سے نکل کر دشمن پر ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے ایرانیوں کے پیر اکھاڑ دیے، خالدؓ کی تدبیر سے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

(۵) دومۃ الجندل میں ہمیشہ سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہوا کرتی تھیں اس کو ختم کرنے کے لیے حضرت خالدؓ اور عیاضؓ نے دو سمتوں سے دومۃ الجندل کا محاصرہ کر لیا جودی کی فوج میں متعدد افسر تھے سب نے ملکر حملہ کیا حضرت خالدؓ نے خود جودی کو قتل کیا اور قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ کے اندر گھس گئے اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

(۶) دمشق کی جنگ میں امیر فوج ابو عبیدہؓ نے تین سمتوں سے دمشق کا محاصرہ کیا۔ ایک سمت خالدؓ مامور ہوئے، ۳ ماہ تک مکمل محاصرہ رہا لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا اسی درمیان ایک روز دمشق کے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا اس جشن میں سب اہل دمشق شراب کے نشہ میں ایسے بدمست ہوئے کہ دنیا و ما فیہا کی خبر نہ رہی، حضرت خالد دوران جنگ میں اکثر راتوں کو سوتے نہ تھے بلکہ انتظام فوج اور دشمنوں کی سراغ رسانی میں رہا کرتے تھے۔ آپؓ کو اس واقعہ کی خبر ملی، چنانچہ فوج کو یہ ہدایت دیکر کہ تکبیر کی آواز سنتے ہی شہر پناہ کے پھاٹک پر حملہ کر دینا اور خود چند آدمیوں کو لیکر شہر پناہ کی دیوار کے اس پار اتر گئے اور پھاٹک کے چوکیدار کو قتل کر کے پھاٹک کا قفل توڑ کر نعرہ، تکبیر لگایا، اس طرح خالد کی قیادت اور عمدہ کارکردگی و عقلمندی سے دمشق فتح ہوا۔

(۷) جنگ یرموک میں رومیوں کا ۲ لاکھ ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کے مقابلے میں آیا اس کے مقابلے کے لیے بھی حضرت خالد مامور ہوئے، رومیوں کے جوش و خروش کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ گوشہ نشین راہب و قسیس اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل کر مذہب کا واسطہ دلا دلا کر رومیوں میں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

(قسط نمبر ۲)

عُلماء اور حکومت

مولانا سعید احمد اکبرآبادی ایم اے

برادرِ محترم و مکرم۔ السلام علیکم

آپ نے اپنے والا نامہ میں دو طبقے بتائے ہیں۔ ایک حکمران اور دوسرا علماء کا طبقہ چونکہ آپ کا تعلق حکمران طبقہ سے ہے اس لئے آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں جو الفاظ و لہجہ علما کے طبقہ کے متعلق استعمال کیا ہے اس سے وہ حضرات ضرور تلخ کام ہوں گے جو آپ سے براہِ راست واقف نہ ہوں گے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ پر اس اندازِ گفتگو کا ہرگز کوئی بُرا اثر نہیں ہُوا۔ کیونکہ میں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں کہ علومِ جدیدہ میں درک و کمال اور گورنمنٹ کے ایک اعلیٰ افسر ہونے کے باوصف عقیدہ و عمل کے اعتبار سے آپ کی زندگی کس درجہ ایک صحیح مردِ مومن و پاکباز کی زندگی ہے آپ کو قرآن سے کس قدر شغف اور اسلام سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت اور عشق ہے، آپ کے خط کے جواب میں ابتداءً یہ لکھنا اس لئے ضروری تھا کہ اصل مکتوب کی صحیح اسپرٹ اور اس کی روح سے واقف ہونے کی غرض سے قارئین برہان کے لئے ضروری تھا کہ وہ مکتوب نگار کی شخصیت سے بھی واقف ہو جائیں۔

اب میں اصل جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے خط میں جن امور پر روشنی ڈالی ہے ان کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ تاریخ اسلام میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جب کہ حکومت علماء کے ہاتھ میں رہی ہو۔ حکمران طبقہ ہمیشہ جماعت علماء سے ایک علیحدہ ہی طبقہ ہوا کرتا تھا۔

۲۔ علماء حکومت کے قابل نہ بن سکے۔

۳۔ حکمرانوں کے ساتھ اس طبقہ علماء کو خدا واسطے کا بیر ہے جو بیچ مقداری کی ایک روشن مثال ہے۔ اختلاف کی کوئی اور وجہ نہیں۔

۴۔ ہم نے علما کے طبقہ میں سے کسی کو سامنے آتے نہیں دیکھا، جو اپنی ہر دلعزیزی یا جرأت اور دلیری کی وجہ سے حکومت پر قبضہ کر پایا ہو۔

۵۔ جب کبھی مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا ہے وہ علماء کی وجہ سے ہی تھا۔

۶۔ حکمران طبقہ کا آپس میں کبھی ایسا اختلاف نہیں ہُوا۔ جس کی مصالحت نہ ہو سکے۔

۷۔ حکمران طبقہ میں یک جہتی زیادہ ہے بہ نسبت علماء کے۔

مذکورہ بالا تنقیحات میں سے نمبر اول سے لے کر پانچ تک علمائے متعلق ہیں۔ اور باقی دو کا تعلق حکمران طبقہ سے ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلا سوال ہے کہ علماء کہتے کسے ہیں؟ اگر علماء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں علوم دینیہ و شرعیہ کی باقاعدہ تحصیل و تکمیل کی ہو۔ اور جو ان میں درک و بصیرت رکھتے ہوں۔ تو پھر آپ کا یہ فرمانا درست نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جبکہ حکومت علما کے ہاتھ میں رہی کیونکہ خود آپ ہی اس خط میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ حکمرانوں میں متعدد مثالیں ایسی ہیں جہاں مملکتوں کے سربراہ ہر قسم کے علوم سے سرفراز تھے اور بعض بعض نے تو ولایت کا رتبہ پایا ہے پھر چند سطروں کے بعد اسی خیال کو آپ اس طرح دہراتے ہیں۔ بادشاہوں نے اسلامی علوم سیکھے" اور اگر علماء سے مراد وہ حضرات ہیں جو اصحاب درس و تدریس۔ ارباب وعظ و ارشاد اور منصب دارانِ افتاء و قضا تھے تو اول تو یہ امر فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ منصب قضا جس پر ہمیشہ علما و فقہا فائز رہے ہیں وہ خود ایک حکومت کا شعبہ تھا اور وہ بھی اس درجہ اہم اور ضروری کہ اس کے بغیر کوئی حکومت جس کا اصل فرض اور منصب قیام عدل ہے چل ہی نہیں سکتی تھی۔ اس بنا پر یہ کہنا، کہ علماء کا حکومت سے کبھی تعلق نہیں رہا غلط ہے۔ قضاۃ اور وزراء کی تاریخ پر عربی میں مستقل ضخیم کتابیں موجود ہیں، جن میں سے بعض حال ہی میں مصر سے چھپ کر آئی ہیں۔ انہیں ملاحظہ کیجئے۔ ان سے آپ کو معلوم ہوگا کہ کسی ایک دور میں نہیں بلکہ تاریخ کے ہر دور اور ہر ملک میں قضاء اور وزارت کے عہدوں پر بڑے بڑے علماء متمکن رہے ہیں اور ان میں بعض تو ایسے تھے کہ فرائض منصبی انجام دینے کے ساتھ ساتھ حدیث اور فقہ کا باقاعدہ درس بھی دیتے تھے اور علوم شرعیہ پر ضخیم ضخیم کتابیں بھی لکھی ہیں۔

مثلاً امام ابوالفضل بغدادی ملک کافور والی مصر کے وزیر تھے اور اتنے بڑے محدث تھے کہ امام دار قطنیؒ نے ان سے روایت کی ہے علامہ ابن حزمؒ جن کی علمی جلالتِ شان سے اسلامیات کا ہر طالب علم باخبر ہے خلیفہ مستظہر باللہ کے وزیر تھے۔ فقہ شافعی کے امام کمال الدین الفقیہ سلطان نورالدین زنگی اور مولانا تاج الدینؒ ابراہیم پاشا رئیس الوزرا سلطان بایزید یلدرم کے وزیر تھے قضا اور وزارت کے علاوہ علماء نے حکومتوں کی طرف سے سفارت کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں چنانچہ امام شعبیؒ خلیفہ عبد الملک اموی کی طرف سے قیصر روم کے دربار میں سفیر تھے۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ قیصر روم کے دل پر امام شعبی کے تدبر اور فراست کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے خلیفہ کے نام اپنے خط میں اس پر تعجب ظاہر کیا کہ ان کے ہوتے ہوئے مسلمانوں نے ایک دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کیوں منتخب کر لیا۔ خلیفہ نے واپسی پر امام شعبیؒ کو قیصر کا یہ فقرہ سنایا تو برجستہ بولے۔ کیا خوب! قیصر نے مجھی کو تو دیکھا ہے آپ کو بھی دیکھ لیتا۔ تو ایسی بات زبان پر نہ لاتا۔ امام شعبیؒ کی طرح حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی بغداد کی طرف سے دربار اربل میں سفیر بن کر گئے تھے ان کے علاوہ حافظ ابن ماکولاؒ۔ امام ابوالمحاسن قرشیؒ۔ امام یعقوب شیرازیؒ محمد بن سلامہ قضاعیؒ اور علامہ قوشجیؒ وغیرہم نے بھی اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے سفارت کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ پھر قاضی ابویوسفؒ ہارون رشید کے عہد میں چیف جسٹس تھے۔ امام یحییٰ بن یحییٰ مصمودیؒ جو امام مالک کے شاگرد رشید تھے اور جن کے سیاسی اقتدار کی وجہ سے مالکی مذہب کو مغرب میں بڑا فروغ ہوا۔ قاضی یحییٰ بن اکثمؒ قاضی لیث بن فرات۔ ان حضرات کے ناموں سے عربی تاریخ کا کون سا طالب علم بے خبر ہوگا یہ حضرات جہاں مسندِ علم وفضل کی زینت اور بزم دین و شریعت کے صدر نشین تھے۔ حکومت وسلطنت کی اقلیم میں بھی ان کے نام کا سکہ چلتا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حکومتیں قائم ہوئیں۔ اگرچہ یہ حکومتیں اپنے مصالح کی وجہ سے قانونِ شریعت کی زیادہ پرواہ نہیں کرتی تھیں لیکن امور ملکی وسیاسی میں ان کے لئے بھی علما سے مدد لینا ناگزیر تھا۔ چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کے مصنف حسنی الصنعانی پہلے ہندوستان میں نائب مشرف (اسسٹنٹ آڈیٹر) کے عہدہ پر متمکن تھے اور پھر جب اس سے مستعفی ہوکر گھومتے گھامتے بغداد پہنچے۔ اور ان کے علم وفضل کا چرچا ہوا۔ تو عباسی خلیفہ الناصر لدین اللہ نے ان کو اپنا سفیر بنا کر التمش کے دربار میں ہندوستان بھیجا۔ اور ایک نہیں دو مرتبہ! دلی سلطنت میں

بقیہ: خالد بن ولیدؓ

جوش پیدا کر رہے تھے۔ حضرت خالد نے اس عظیم الشان جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، اپنی فوج کو جدید طرز سے ۳۶ حصوں میں تقسیم کرکے سب پر الگ الگ افسر مقرر کئے اور جہاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی۔ اتفاق سے ایک مسلمان کے منہ سے نکل گیا کہ رومیوں کے مقابلہ میں ہماری تعداد بہت کم ہے، خالد غضبناک ہوکر بولے "فتح وشکست تعداد کی قلت وکثرت پر نہیں بلکہ تائید ایزدی پر ہے" اس جنگ کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا، آخر میں حضرت خالدؓ کو فتح حاصل ہوئی۔

(۸) یرموک کی فتح کے بعد حضرت خالد مقام حاضر کی طرف بڑھے اور رومیوں کی فوج سے نبرد آزما ہوئے اور شکست فاش دی۔

(۹) سنہ ۱۷ھ میں حمص کے باشندے باغی ہوگئے لیکن ابوعبیدہؓ وحضرت خالد کی بروقت توجہ سے بغاوت بہت جلد فرو ہوگئی اور حضرت خالد کی بدولت ملک شام کے پورے علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

اختتام

خالد بن ولیدؓ کی فتوحات سے عام مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ ان کی وجہ سے فتوحات ہوئی ہیں لہٰذا حضرت عمر نے حضرت خالد کو معزول کرکے یہ ثابت کر دیا کہ اسلامی فتوحات کا انحصار شخصیتوں پر نہیں بلکہ اسلام کے پیدا کردہ جوش وجذبے پر ہے پھر حضرت عمرؓ نے تمام ممالک محروسہ کو فرامین بھیجے جن میں بصراحت اس بات کو ظاہر کیا تھا کہ میں نے خالد کو محض اس لئے معزول قرار دیا ہے کہ مسلمان فتوحات کو ان سے وابستہ نہ سمجھ لیں اور اسلام میں شخصیت پرستی پیدا نہ ہو جائے۔

حضرت خالد کے جذبۂ جہاد اور خلوص دل کا یہ عالم تھا کہ مجمع عام میں آپ کو اس طرح معزول کیا گیا کہ ٹوپی اتار لی گئی اور عمامہ گلے میں ڈالا گیا لیکن اسلام کے اس عظیم فرزند کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔

بقیہ : اکابرین جمعیۃ کے خطاب

پاک پانی کی طرف آؤ۔ چنانچہ سب نے پیا بھی وضو بھی کیا۔ کسی نے سوال کیا کَمْ کُنْتُمْ یَوْمَئِذٍ؟ اس دن کی تعداد کیا تھی؟ فرمایا لَوْ کُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا۔ اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو کافی ہوتا۔ بہرحال ہم پندرہ سو تھے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصائب و مشکلات میں عزم و ہمت سے کام لیا جائے تو اللہ تعالےٰ غیب سے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت سفینہ رضؓ کا واقعہ ہے۔ جنگل میں گئے تو شیر نے آلیا۔ لیکن آپ نے دولت یقین کے ساتھ فرمایا۔ انا سفینۃ غلام رسول اللہ یہ سن کر شیر نے گردن جھکا دی۔ آپ اس پر سوار ہوگئے وہ کہہ رہا تھا انا غلام غلام رسول اللہ۔ دوسرے شیروں نے اس کی مدد کرنا چاہی تو اس نے انہیں جنگل خالی کرنے کا کہہ دیا۔

الغرض عزم راسخ ہو، اللہ پر اعتماد و یقین ہو تو قدرت دستگیری فرماتی ہے۔ اس لیے فوج، فنڈز اور اقتدار سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ مددگار ہے۔

آخر میں بطور اشارہ دعا بتلا دوں۔ بخاری شریف میں ہے حِیْنَ اُلْقِیَ اِبْرَاھِیْمُ فِی النَّارِ قَالَ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ ان کا یہ پڑھنا تھا کہ آگ گلزار میں تبدیل ہو گئی اور میرا یقین ہے کہ اگر آگ جناب ابراہیم علیہ السلام پر گلزار بن سکتی ہے تو غلامان محمد علیہ السلام پر بھی ظلم کی آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔

مفکرِ اسلام حضرت العلام مفتی محمود زید مجدہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

جناب صدر محترم، زعماء ملت، محترم حاضرین!

میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے شدید گرمی کے موسم میں تکلیف سفر اٹھا کر جمہوری محاذ کو یہاں آکر تعاون کا یقین دلایا۔ جمہوری محاذ پاکستان کی بقاء، اسلام کی سربلندی اور جمہوریت کے احیاء کی جنگ لڑ رہا ہے۔

لیکن مجھے یہ عرض کرنا ہے یہ جنگ کامل اتحاد کے بغیر نہیں لڑی جا سکتی۔ درحقیقت یہاں تمام لیڈر پوری قوم کے لیڈر ہیں۔ ہر جماعت سے وابستہ لیڈر صرف اسی کا لیڈر نہیں بلکہ پوری قوم کا ہے۔ مجھے خوشی ہوتی اگر جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن شاہ احمد نورانی کا خیر مقدم کرنے میں پیش پیش ہوتے (نعرے) مجھے مسرت حاصل ہوتی اگر پی ڈی پی کے کارکن لیگ کے لیڈروں کے خیر مقدم میں آگے آگے ہوتے اسی طرح مجھے خوشی ہوتی اگر جمعیۃ علماء پاکستان کے ورکر نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کے خیر مقدم میں مقدم ہوتے۔ اس لیے کہ ہم سب ایک ہیں اور ہم میں کوئی اختلاف نہیں (نعرے) آپ لوگ پیار، محبت اور الفت کو زندہ رکھیں اور قومی سطح پر اپنے لیڈروں کا خیر مقدم کیا کریں۔

حضرات گرامی! اس وقت آپ کے سامنے دو قراردادیں آئی تھیں جنہیں آپ نے منظور کیا ان میں سے ایک قرارداد اسمبلی کے بائیکاٹ کے سلسلہ میں جو ممبران اسمبلی کی حوصلہ افزائی کے لیے پیش ہوئی۔ میں اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے آپ پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بائیکاٹ بھی آپ کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کے لیے ہے۔ اگر ہم اسمبلی کے اندر جاتے ہیں تو آپ کے حقوق کے تحفظ کے لیے اور اگر باہر رہتے ہیں تب بھی آپ اور صرف آپ کے حقوق کے تحفظ کے لیے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسمبلی کے اندر حزب اختلاف کے ممبر ہی پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اسمبلی کا تین سالہ ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں کہ ملک کے اہم مسائل پر تحاریک التوا، قراردادیں اور سوالات کس نے پوچھے؟ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ

اسمبلی میں صرف حزب اختلاف کے ممبران نے ہی اہم مسائل کو زیر بحث لا کر حق نمائندگی ادا کیا۔

جہاں تک حاضری کے تناسب کا تعلق ہے میرا چیلنج ہے کہ ہمارے بائیکاٹ کے باوجود بھی ہماری حاضریاں پی پی۔ پی کے ممبروں کی حاضریوں سے زیادہ ہیں۔ (نعرے) خود وزیراعظم جو ممبر بھی ہیں اور جو یہیں اسمبلی میں آ کر ووٹروں کی نمائندگی کا درس دیتے ہیں ان سے پوچھو کہ انہوں نے اس تین سال عرصہ میں کتنی حاضریاں دی ہیں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کی حاضریاں بیس سے زیادہ نہیں۔

آج ہم نے جو بائیکاٹ کیا تو کس لیے اس لیے کہ ہم اسمبلی کو ایک با اختیار ادارہ دیکھنا چاہتے ہیں ہم اسمبلی کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں اور جب تک ہمیں حق نمائندگی نہ دیا گیا ہم اسمبلی میں نہیں جائیں گے (نعرے) یار لوگ آج ہم سے استعفیٰ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ ہم تمہارے کہنے پر کبھی استعفیٰ نہیں دیں گے البتہ جمہوری محاذ نے حکم دیا تو ایک منٹ کی تاخیر کے بغیر سپیکر کے پاس پہنچ جائیں گے۔ (پرجوش نعرے)

رہ گیا یہ مسئلہ کہ ہمارے استعفوں کے بعد آپ ہمارے حلقوں میں ضمنی انتخاب کرا کر سیٹیں پر کر لیں گے تو یہ محض خیال ہے۔ ہم تحریک کے دورِ شباب پر استعفیٰ دیں گے اور حالات ایسے پیدا کر دیں گے کہ کوئی شخص پولنگ سٹیشن پہ جا کر ووٹ نہیں ڈالے گا۔ (پرجوش نعرے)

آپ نے بجٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارے بغیر جو بجٹ پاس ہوگا وہ قومی نہیں بلکہ پی۔ پی کا بجٹ ہوگا۔ اور میں دوسرے ملکوں کے سربراہوں سے کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ کے دیے ہوئے قرضوں کی بنیاد پر جو بجٹ پاس ہوگا اگر ہم برسراقتدار آ گئے تو وہ قرضے ادا نہیں کریں گے (نعرے) ان قرضوں کے تب ذمہ دار ہوں گے جب ہم اس بجٹ کی منظوری میں شریک ہوں گے۔ (نعرے) آپ نے واضح کیا کہ اسمبلی کی ایک نشست جسے حرام خور سرمایہ دار لاکھوں کے بے جا مصرف سے حاصل کرتا ہے جب وہ قوم نے ہمیں دی تو ہم جو اسے چھوڑ کر باہر آئے ہیں تو اس کی معقول وجوہات ہیں۔

جمہوری محاذ اسلام کی سربلندی اور جمہوریت کے احیاء کی جنگ لڑ رہا ہے

محاذ کے قابل صد احترام رہنماؤں کے خلاف دیواروں پہ لکھے ہوئے بے ہودہ نعروں کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو جمہوری محاذ کے وہ کر "حکومت چھوڑ دو" کے نعروں سے پورے ملک کی دیواریں سیاہ کر دیں گے (نعرے)

آپ نے اسمبلی کے تقدس کی بربادی پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے ہاتھ میں آج کا کراچی کا جنگ اخبار ہے جس میں لکھا ہے کہ بجٹ اجلاس کے پانچویں روز صرف ۱۲ ممبران شریک تھے جب کہ کورم ۳۴ ممبران کا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پی پی پی اسمبلی میں غالب اکثریت کی مالک ہے پھر ایسا کیوں؟ آپ نے بتلایا کہ اسی اجلاس کے دوران ایک دن محض تین آدمیوں کی موجودگی میں سپیکر نے اجلاس کی کارروائی مکمل کر لی اور ریلوے بجٹ صرف ۲۵ ممبروں سے پاس ہوا (شیم شیم کے نعرے) آپ نے اس طرح اسمبلی کا تقدس مجروح کرنے پر شدید احتجاج کیا اور فرمایا کہ یہ کارروائی سراسر غیر آئینی ہے۔

یہ تمام ممبر روز کا الاؤنس [illegible] ہم بائیکاٹ کے باوجود [illegible] کی حمایت میں ووٹ ڈالتے رہے

محاذ میں شامل جماعتوں کا ہر ایک لیڈر پوری قوم کا لیڈر ہے

آپ نے کہا کہ بائیکاٹ کرنے والے ممبروں کو تنخواہ و الاؤنس کا طعنہ دینے والے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں؟ آپ نے واضح کیا کہ غیر حاضر اراکین کے الاؤنس وغیرہ بند کر دینے کا بل اسمبلی میں لایا گیا تو ہم بائیکاٹ کے باوجود اسمبلی میں آکر اس کی حمایت میں ووٹ ڈالیں گے — (نعرے)

بھٹو کے کہنے پر استعفیٰ کا سوال ہی محاذ کے حکم پر ایک منٹ کی تاخیر نہیں ہوگی

آپ نے واضح کیا کہ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہم آپ کے سروں کا سودا نہیں کریں گے۔ آپ کے ساتھ رہیں گے اور آپ کے حقوق کا تحفظ کریں گے (نعرے)

ہم اپنی جگہ کہتے ہیں کہ ہمارے بائیکاٹ کے باوجود بھی ہماری حاضریاں پی پی کے ممبروں کی حاضریوں سے زیادہ ہیں

آپ نے ملکی حالات کے متعلق فرمایا کہ آپ کے سامنے تقریریں ہو چکیں آپ نے سن لیا کہ ملک کس موڑ پر ہے؟ ہماری فوج نے بلوچستان کے نہتے اور غریب مسلمانوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ ہزاروں معصوم جانیں قتل کر دیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہلاکو و مسولینی اور چنگیز کے بعد اس ظلم کی مثال نہیں ملتی۔ (شیم شیم کے نعرے)

ہماری فوج آج سرحدوں کی حفاظت نہیں کرتی اور نہ اسے اس قابل رکھا گیا بلکہ آج فوج اپنی ہی قوم کو فتح کر رہی ہے۔ بیرونی دنیا سے ملنے والے ہتھیار اپنی ہی قوم پر استعمال ہو رہے ہیں۔

آپ نے بھٹو کے دورہ امریکہ کا ذکر کیا کہ اس نے واپسی پر اسلحہ کی بحالی کا مژدہ سنایا اس پر ہند اور افغانستان نے واویلا کیا۔ حالانکہ واویلا ہمیں کرنا چاہیے تھا — کیونکہ حالات شاہد ہیں کہ آج فوج کسی سے لڑنے کی سکت نہیں رکھتی۔ اور بھٹو صاحب کی نگرانی میں حاصل ہونے والا اسلحہ اپنی ہی قوم کے خلاف استعمال ہوگا اس لیے میں کہتا ہوں کہ جو اسے اسلحہ دے وہ ہماری جان کی ضمانت دے۔ اور میں واضح کرتا ہوں کہ اپنی ہی قوم کے خلاف اسلحہ استعمال ہوتا ہے تو میں اس کی بحالی کے حق میں نہیں۔ (نعرے)

آپ نے فرمایا۔ کہ اس حکومت سے کسی قسم کا مطالبہ کرنے کے حق میں نہیں۔ اب ایک ہی علاج ہے کہ حکومت بدل دی جائے۔ بدلنے کا طریق انتخاب ہے لیکن موجودہ حالات میں بھٹو صاحب پر اعتماد نہیں کہ وہ آزادانہ انتخاب کرائیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو قومی حکومت قائم کی جائے یا ترمیم کر کے حکومت سپریم کورٹ کے سپرد کی جائے۔ اور میرا چیلنج ہے کہ دونوں صورتوں میں انتخاب کا نتیجہ تمہارے خلاف ہوگا۔ (نعرے)

اور جب انتخاب کی آزادی کا یقین ختم ہو گیا تو پھر تحریک چلے گی۔ ویسے ہی جیسے ایوب و یحییٰ کے خلاف چلی اور جس طرح وہ تحریک کی نذر ہو گئے بھٹو بھی نذر ہو جائیں گے۔ (نعرے)

اس کے لیے کامل اتحاد کی ضرورت ہے اور اپنے رہنماؤں پر مکمل اعتماد کی۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب مہینوں، ہفتوں کی بات نہیں بہت جلد آپ کو لائحہ عمل دے دیا جائے گا۔ کل شام سات بجے محاذ کی مرکزی مجلس عمل کا اجلاس ہوگا ممکن ہے یہ اجلاس راولپنڈی منتقل ہو جائے۔ اس میں جو طریق کار طے پایا وہ آپ کی امنگوں کا آئینہ دار ہوگا۔

حکومت سے کسی قسم کا مطالبہ درست نہیں بلکہ اب محض حکومت کی تبدیلی ہی علاج ہے

آپ جائیں جا کر قوم کو تیار کریں جب بھی لائحہ عمل آ جائے کام شروع ہو جائے — آخر میں آپ نے ایک بار پھر مندوبین کا شکریہ ادا کیا۔

(انسانی نسل کشی کا دوسرا نام)

غاندانی منصوبہ بندی!

بڑا کنبہ بڑا ثواب

- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو لوگ سب سے پہلے جنّت میں داخل ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا کنبہ بڑا ہو۔ اور اس کے اعمال تقویٰ سے آراستہ ہوں"۔ (ابن خزیمہ و ترمذی ترغیب ص۱۵ جلد۳)
- ——— حضرت کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جو اپنے چھوٹے بچوں کو پالنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (طبرانی برجالہ الصحیح ترغیب ص۱۲ جلد۳)
- ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے بال بچوں کے فکر میں مبتلا کردیتا ہے۔ تاکہ اس غم و فکر کی وجہ سے اس کے گناہ مٹتے رہیں ——— (احمد احیاء العلوم ص۳۲ جلد۲)
- ——— حجۃ الاسلام امام غزالیؒ لکھتے ہیں۔ "بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کو بال بچوں کا فکر اور معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے ——— (احیاء العلوم ص۳۲ جلد۲)
- ——— حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب ایک میدان جنگ میں جہاد کر رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اس جہاد کے عمل سے کس کا عمل بہتر ہے؟ ——— پھر خود ہی فرمایا ——— "جس کے بال بچے زیادہ ہوں، اور کسی کے آگے دستِ احتیاج نہ پھیلاتا ہو اگر وہ رات کو اٹھ کر اپنے بچوں کو جو اوپر سے ننگے سو رہے ہوں۔ اپنی چادر سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ معمولی عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے" ———
- ——— ایک شخص نے اپنے شیخ کو لکھا ——— "حضرت دعا کیجئے کہ میں بال بچوں کے عذاب سے چھوٹ جاؤں ——— آپ نے واپسی جواب میں لکھا ——— "اگر عذاب سے چھوٹ جاؤ گے۔ تو ثواب سے بھی چھوٹ جاؤ گے" ———
- ——— حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں ——— جو حاملہ عورت اپنے بچے کا بوجھ اٹھاتی ہے، اُسے رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے ——— اور جب وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے تو اُسے اس کی ہر تکلیف کے بدلے میں ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے ———

اور جب ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ جتنی مرتبہ پلائے گی تو اُسے ہر مرتبہ اللہ کی طرف سے ایک اجر عظیم ملتا ہے ——— (الحدیث)

غنیۃ الطالبین ص۱۲۲



اسلامی اقامت گاہیں

وقت کی ایک اہم ترین ضرورت

محمد سعید الرحمٰن علوی

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ماہنامہ "الارشاد" کیمبل پور کے فاضل مدیر نے ایک عرصہ قبل مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ اپنے اپنے مدارس میں ایسی اقامت گاہوں اور بورڈنگ ہاؤسز کا انتظام کریں جن میں کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ تعلیمی اوقات کے علاوہ قیام کریں۔ اس کے ذریعہ وہ لوگ بہترین ماحول میں رہ سکیں گے اور ان کی تعمیر سیرت کا کام آسانی سے ممکن ہو گا۔ نتیجۃً ملک کو ہر شعبہ زندگی میں بہتر اور اچھے کارکن مل سکیں گے۔

موصوف نے اس وقت اپنی اس تجویز سے متعلق بزرگانہ شفقت کے پیش نظر مجھ سے بھی پوچھا۔ ہرچند کہ میں اس کا اہل نہ تھا لیکن ان کی شفقت کے پیش نظر اپنی معروضات ہی پیش نہ کیں بلکہ اس موضوع پر بعض اخبارات و رسائل میں مختصر تائیدی مقالے بھی لکھے۔

اب چند دن پہلے ہندوستان کے مشہور اہل قلم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "پرانے چراغ" کے عنوان سے ایک کتاب چھپوائی جس میں مشائخ طریقت علماء ملت اور دوسرے قومی کارکنوں وغیرہ کے متعلق علی میاں کے ذاتی تاثرات ہیں۔ ایک آدھ مقام کو چھوڑ کر جو صاحب کتاب کے مخصوص سیاسی رجحانات کے پیش نظر احقر کو بری طرح کھٹکا۔ باقی ساری کتاب بڑی دلچسپ اور معلومات سے لبریز ہے۔ اس کتاب میں ایک مقالہ دارالعلوم دیوبند کے مشہور فاضل اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے شیخ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمہ سے متعلق ہے۔

اس مقالہ کو پڑھتے ہی ایک مقام پر "اسلامی اقامت گاہوں" کا تذکرہ آیا۔ جس کا خلاصہ اور لب لباب یہی ہے جو پہلے مدیر "الارشاد" کے حوالہ سے لکھ چکا ہوں۔

اس مقالہ کو پڑھتے ہوئے مجھے معاً پرانی بات یاد آگئی اور اسی تقریب سے یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ ان سطور کے اصل مخاطب میرے وہ واجب الاحترام حضرات ہیں جو مدارس اسلامیہ کے سربراہ اور ان کے منتظم ہیں۔ ساتھ ہی عام قارئین سے یہ گزارش کروں گا کہ میری ناچیز معروضات جو در اصل بعض بزرگوں کے ارشادات کے ضمن میں ہیں سے آپ کو اتفاق ہو تو اپنے اپنے حلقہ کے ارباب مدارس سے اس تجویز پر گفتگو کریں اور انہیں اس طرف مائل کریں۔

واقعہ یہ ہے کہ "علم" ایک اہم اور بنیادی چیز ہے۔ جیسا کہ آپ خدام الدین کی ایک گزشتہ اشاعت میں مفکرِ ملت حضرت مولانا مفتی محمود کے قلم سے نکلے ہوئے فاضلانہ ادارتی مقالہ سے آپ نے محسوس کر لیا ہو گا۔ لیکن بے مقصد تعلیم انسان کے لیے الٹا باعث مصیبت بن جاتی ہے اور اس سے بجائے تعمیر سیرت، تخریب کا کام زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے یہاں عام طور پر ہو رہا ہے

واقعہ یہ ہے کہ آج "علم" کا چرچا عام ہے (علمی ادارے بہت ہیں اور اس شعبہ میں پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ کام ہو رہا ہے لیکن چونکہ یہ ساری کاوش انگریزی دَور کے مشہور ماہر تعلیم مسٹر

میکالے کی سوچ و فکر کو ہی پروان چڑھا رہا ہے اس لیے اس سے ہمیں بہ حیثیت مسلمان قوم کوئی فائدہ نہیں۔

ظاہر ہے کہ مسٹر میکالے اول آخر انگریز تھے اور وہ ہم سے زیادہ اپنی قوم کی ضروریات کے لیے سوچتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تعلیمی لحاظ سے جو کچھ سوچا اپنی قوم کی ضرورتوں کے اعتبار سے سوچا۔ یعنی یہ کہ برصغیر کا ہر فرد چاہے وہ کسی مسلک و عقیدہ کا ہو ذہنی اعتبار سے انگریز ہو۔ اسی مرکزی خیال کو سامنے رکھ کر اس نے تعلیمی میدان تجویز کیا اور بلاشبہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ جس کی وجہ حاکمانہ قوت کے ساتھ ساتھ بعض بزعم خود غلط مسلمانوں کا اس میدان میں ان کے ساتھ تعاون کا جذبہ ہے۔

اور بدقسمتی یہ ہے کہ "آزادی" کے بعد بھی شب و روز نہیں بدلے اور وہی کچھ ہو رہا ہے جو آزادی سے قبل ہوتا تھا۔

اس صورت حال کے نتیجہ میں ہمارا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں جس میں مخلص، دیانتدار اور اہل کارکن موجود ہوں بلکہ ہر طرف کرپٹ عملہ بھرا ہوا ہے۔ جس سے پوری زندگی انتشار، طوائف الملوکی اور خود غرضی کے جال میں بری طرح جکڑی ہوئی ہے۔ اس کا اصل علاج تو یہی تھا کہ آزادی کے بعد حکمران اور مقتدر طبقہ اس طرف توجہ دیتا اور اصلاح احوال کی کوشش کرتا لیکن ۲۸ سال میں ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی امید نظر آتی ہے۔

اس کے مداوا کی اصل صورت تو یہ ہے کہ دیندار قوتیں پوری طرح متحد و منظم ہو کر آئینی راہوں سے اقتدار تک پہنچیں اور اصلاح احوال کریں۔ لیکن جب تک ایسا نہیں ہو پاتا اس وقت تک "اسلامی اقامت گاہوں" کے قیام کی تجویز اپنا لی جائے تو بہت حد تک اصلاح ممکن ہو جائے گی۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مدارس اسلامیہ کے فضلاء کلیدی اسامیوں اور ذمہ دار مناصب پہ تو پہنچنے سے رہے کیونکہ نظام ہی ایسا ہے کہ یہاں کے فضلاء اپنے ہی مدارس میں تعلیم و تدریس اور مساجد کی امامت و خطابت کے سوا کہیں کھپ نہیں سکتے۔ ذمہ دارانہ مناصب پر وہی لوگ پہنچتے ہیں جو سکول، کالج اور یونیورسٹی سے تیار ہو کر نکلتے ہیں۔ لیکن چونکہ غلط تعلیمی نظام کے ساتھ انہیں صالح معاشرہ ہی نصیب نہیں ہوتا اس لئے ان سے کسی بہتری کی توقع عبث ہوتی ہے۔

اس لیے ہر عربی مدرسہ اگر ۱۰-۲۰ طلبہ کے لیے ایک ہاسٹل کا انتظام کر دے جس میں کالج و یونیورسٹی کے طلبہ فارغ اوقات میں قیام پذیر ہوں تو انہیں جہاں ہمارے مدارس کے طلبہ سے میل جول کا موقع مل جائے گا اور باہمی بعد و نفرت ختم ہو گی وہاں مدارس کے فاضل و متدین اساتذہ کی علمی صحبت میسر آئے گی، صالح ماحول نصیب ہو گا اور ان کی تعمیر سیرت کا مرحلہ آسانی سے طے ہو گا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا۔ کہ عربی مدارس کے علماء سے متعلق علمی کم مائیگی کا جو بھونڈا پروپیگنڈا ہوتا ہے اس کی قلعی کھل جائے گی۔ اور انگریزی ماحول میں پلنے والے طلبہ علماء کی علمی فضیلت ان کے برتر اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اس ماحول میں ڈھل جائیں گے۔ اور جب یہ عزیز طلبہ اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد سرکاری مشینری کے کل پرزہ بنیں گے تو یقیناً بہتر ماحول میں پروان چڑھنے کے اثرات ان میں موجود ہوں گے۔ اور وہ انشاء اللہ ایک بہتر انقلاب کے لیے بڑے مفید و مؤثر ثابت ہوں گے۔

رہ گیا اخراجات کا معاملہ تو مجھے یقین ہے کہ یہ مسئلہ حل ہونا مشکل نہیں۔ اس ماحول میں ایسے غریب طلبہ کی کمی نہیں ہوتی جو اپنے تعلیمی اخراجات کے معاملہ میں بڑی پریشانیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے میں وہ طلبہ ان اقامت گاہوں میں قیام کرنا بڑی خوشی سے قبول کریں گے اور ان کے اخراجات کے لیے وہی رقوم استعمال کی جا سکتی ہیں

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

تذکرۂ اسلاف

محمد سعید الرحمٰن علوی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

(۶)

اس صورت حال کا علم ہو جانے پر اغراض پرست اور بندگانِ نفس نے چاروں طرف سے چڑھائی شروع کر دی۔ ان میں محقق بھی تھے اور دوسروں کی ہاں میں ہاں ملانے والے بھی اور اندازاً ان کی تعداد بقول ملّا صاحب سو سے زیادہ تھی۔ ایسے اغراض پرست جہاں جمع ہو جائیں وہاں کسی خیر کی توقع ہی عبث ہے۔ بالخصوص جبکہ اغراض پرست بھی "ارباب علم" ہوں۔ جنہوں نے علم بھی محض حصول سیم و زر کے لیے حاصل کیا ہو۔

جبکہ علم بقول سیدنا وکیع بن الجراح قدس سرہٗ استاذ امام شافعی علیہ الرحمۃ "اللہ کا نور" ہے اور اسی نور کے صدقہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود باوجود فرشتوں پر بھاری رہا اور اسی نور کو پیغمبر آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "وراثت انبیاء" قرار دیا۔ اس قسم کی چیز کو دنیا کے لیے داؤ پر لگا دینا خطرناک قسم کی جسارت نہیں تو اور کیا ہے اور اس کے نتائج جتنے بھی تلخ ہوں وہ کم ہیں۔ الغرض یار لوگوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔

جس کی ابتدا نشست گاہوں سے ہوئی ہر ایک "قربِ سلطانی" کے لیے بے قرار تھا۔ حالانکہ بقول شیخ عطار قدس سرہٗ:۔ ؎

قربِ شاہاں آتش سوزاں بود

اور دوسری بات یہ ہے کہ قرب و بعد کا مقصد؟ ایک آدمی اگر وہ فی الواقعہ علم و عرفان کی روشنی سے مالا مال ہے تو اس کے لیے یہ چیزیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہ اپنے علم و فضل کے بل بوتے پر جہاں بیٹھا ہو وہیں صدر ہے۔ ؎

صدر ہر جا کہ نشیند صدر است

خاقانی نے ایک شاعرِ دربار کی اس بدتمیزی پر کہ اس نے اسے محض قصہ گو سمجھتے ہوئے آخری صفوں میں بٹھلا کر خود سب سے آگے براجمان ہو گیا تھا کتنے پتہ کی بات کہی ہے ؎

خاقانی صفِ پائیں نشستہ
نے مرا ننگ نے ترا ادب است
قل ھو اللہ کہ وصفِ خالقِ ما است
زیر تبّت یدا ابی لہب است

بہرحال نشست گاہوں پر لڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر کے دل میں غیر شعوری طور پر اس گروہ کے متعلق گرہ پڑ گئی۔ اگرچہ ظاہری طور پر اس نے اغماض سے کام لیا۔

اس کے بعد دوسرا مرحلہ اپنی بڑائی کا یہ تھا کہ دوسر[ے] کو چھوٹا ثابت کرنے کے لیے دلائل و براہین کے انبا[ر] لگائے جائیں لیکن معاملہ اگر اسی حد تک ہوتا پھر بھی غنیمت تھا وہاں تو برٹش دور کی پروردہ "حلوہ خو[ر] جماعت کے طرزِ عمل کے مطابق "مشغلہ تکفیر" کی طرح ڈالی گئی اور اس چکر میں

"یار لوگوں کی گردن کی رگیں پھول آئیں شور ہونے لگا۔ سخت ہلڑ مچ گیا۔" (بدایونی)

بادشاہ سلامت یہ صورت حال کہاں تک برداشت کرتے۔ آخرالامر اس کے دل پر سخت برا اثر پڑا ا[ور] اس نے ملّا عبدالقادر صاحب کو حکم دیا۔

"جو ان میں نا معقول ہیں وہ آئندہ یہاں نہ آنے پائیں"۔

بتلائیں اس کے بعد کیا باقی رہا؟ "معقول و نامعقول" کا پیمانہ تو — ع قلم بر کف دشمن است والی بات بن کر رہ گیا اور پھر وہی ہوا جس کی طرف پروردگار عالم نے مدتوں پہلے خبر دی تھی۔

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ (انفال)

"اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہ پڑے گا
تم میں سے ظالموں پر چن کر"!
(شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ)

اس نا ہنجار گروہ کی بد کرداریوں نے "علماء ربانی" کے لیے بھی زمین تنگ کر دی اور خود تو ڈوبے تھے انہیں بھی لے ڈوبے۔

ان لوگوں نے سیم و زر کے لیے قرب شاہ کو پسند کیا تھا اور اس چکر میں تمام حدود و قیود کو پامال کر گئے تھے۔ نتیجۃً خدا سے تو پہلے گئے تھے اب قرب شاہ سے بھی گئے۔ اب لے دے کے دربار میں وہی "ٹٹ پونجیے" رہ گئے جو حکم شاہ کے سامنے ہر وقت ایستادہ رہتے اور بادشاہ کی ہر جائز و ناجائز کو حق ثابت کرنے کے لیے اپنے ذخیرہ "علم و فضل" سے عقلی و نقلی دلائل مہیا کرتے۔ باقی علم لٹ گیا، خانقاہیں اجڑ گئیں، علماء کی جاگیریں ضبط ہو گئیں اور جیسا کہ آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں علم پڑھنے والے اور پڑھانے والے مردود قرار پائے۔ اس ساری بلاء ناگہانی کا ذمہ دار کون ہے؟

یہ داستان اگلے ہفتہ!

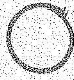
بقیہ: اسلامی اقامت گاہیں

جو عربی پڑھنے والے طلبہ کے اخراجات میں استعمال ہوتی ہیں۔ آخر یہ بھی تو طلبہ ہیں اور اسی قوم کے چشم و چراغ ہیں اور ضرورت ہے کہ ہم اپنے پیار و محبت، شفقت و وسعت نظری اور بلند کرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے قریب لائیں۔

اور جو صاحب ثروت طلبہ ہوں گے وہ بھی یقیناً آپ کی اقامت گاہوں میں قیام کو ترجیح دیں گے کیونکہ آپ کی اقامت گاہوں کے اخراجات کالج وغیرہ کے ہاسٹل کے اخراجات سے یقیناً کم ہوں گے اور پھر صاحب ثروت لوگوں میں ایسے حضرات کی یقیناً کمی نہیں جو صالح ماحول کے متمنی ہیں۔ انہیں اگر ایسے ماحول کی خبر ہو گئی تو وہ یقیناً اپنے نونہالوں کو ان اقامت گاہوں میں قیام کرائیں گے۔

بہر حال اگر اس تجویز پر وسیع تر دینی و علمی مفاد کے پیش نظر سنجیدگی سے سوچا جائے تو باقی سارے مسائل کا حل آسان ہے۔

مجھے یقین ہے کہ میرے محترم بزرگ اس تجویز پر غور فرمائیں گے اور اپنے ایک خادم کے قلم سے نکلے ہوئے خیالات پر ٹھنڈے دل سے توجہ دیں گے۔



محبت میں مصائب اس لیے آتے ہیں کہ ہر سفلہ محبت کا دعویٰ نہ کر سکے۔
(نظام الدین اولیاءؒ)

بقیہ: علماء اور حکومت

مستوفی الممالک (اکاؤنٹنٹ جنرل) کا عہدہ بڑا اہم تھا غیاث الدین بلبن کے عہد میں مولانا شمس الدین خوارزمیؒ جو اپنے زمانہ کے بڑے نامور عالم فقیہ اور محدث تھے۔ اس عہدہ پر فائز تھے جو مولانا کو یہ عہدہ سپرد کیا گیا۔ اور فرمان شاہی صادر ہوا۔ تو خواجہ تاج رضا نے کہا۔

صدا کنوں بکام دل دوستان شد
مستوفی ممالک ہندوستان شدی

(باقی آئندہ)

اصحابِ رسولؐ

حافظ نور محمد انور

دین و ملت کے طرفدار تھے اصحابِؓ رسولؐ
ہستیٔ کفر سے بیزار تھے اصحابِؓ رسولؐ

رحمتِ حق کے طلبگار تھے اصحابِؓ رسولؐ
دینِ قیم کے نگہدار تھے اصحابِؓ رسولؐ

زندگی ان کی بسر خدمتِ ملت میں ہوئی
کفر سے برسرِ پیکار تھے اصحابِؓ رسولؐ

حُبِ یارانِ نبیؐ پاک کے جذبے کے سبب
سب کے سب پیکرِ ایثار تھے اصحابِؓ رسولؐ

ان کی سطوت کے گواہ آج بھی ہیں بدر و حنین
بخدا ایسے فداکار تھے اصحابِؓ رسولؐ

ان کے ہر عزم و عمل سے تھا ہراساں باطل
بے گماں غالب کفار تھے اصحابِؓ رسولؐ

کرتے تھے جان زر و مال نچھاور حق پر
عدل و انصاف کی سرکار تھے اصحابِؓ رسولؐ

ان کی ہیبت سے ہوئی شوکتِ کسریٰ نابود
کیا ہی جانباز تھے جرار تھے اصحابِؓ رسولؐ

ان پہ راضی ہے خدا اور خدا کا محبوبؐ
اپنے اللہ کے دلدار تھے اصحابِؓ رسولؐ

دشمنِ دیں پہ جھپٹ پڑتے تھے شیروں کی طرح
ربِ قہار کی تلوار تھے اصحابِؓ رسولؐ

ہو نہ کیوں دہر میں نام ان کا فروزاں انور
عاشقِ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم تھے اصحابِؓ رسولؐ

ٹیلیفون نمبر
۶۶۵۳۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۳۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱/۱۹۳۲ مورخہ ... (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۴-۲۳۸۱ ... (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲۰ D.D۴ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۷ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر G.M/۲-۱۵۲۱ ... ۱۹۶۷ء

بقیہ: خطبہ جمعہ

جب وہ کسی کو کامیاب کرنا چاہے تو پھر اپنی طرف توجہ کی توفیق بھی نصیب فرما دیتی ہے۔ چنانچہ اسی واقعہ میں ہے کہ:

"جب دونوں لشکر آپس میں آمنے سامنے ہوئے تو اہل حق کے لشکر کی زبانوں پر تسبیح و تقدیس کے نعرے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی دعائیں کر رہے تھے۔"

چنانچہ جب خوشی و غمی، دکھ اور سکھ ہر حال میں خدا کی طرف توجہ رہے گی تو اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔ آج کے دور میں ملت کی افرادی قوت بے حساب ہے۔ لیکن پریشانی کا شکار! اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اجتماعی اعمال میں وہ خلوص، جو تھا، نہیں۔ اس لیے کامیابی و کامرانی کے لیے قرآن کی طرف پلٹنے اور اس سے اکتساب فیض کی شدید ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اجتماعی طریق سے حسن عمل کی توفیق بخشے!

جمعیت علماء اسلام
دھرم پورہ لاہور کے
زیر اہتمام
دوروزہ عظیم الشان

نظام شریعت کانفرنس

زیر صدارت
جانشین شیخ التفسیر حضرت
مولانا عبید اللہ انور
امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب
مورخہ ۴-۵ جولائی ۱۹۶۸ء
بروز جمعہ ہفتہ
منعقد ہو رہی ہے
جس میں
ملک کے مقتدر علماء کرام
اور شاعر تشریف لا رہے ہیں

منجانب: صدر استقبالیہ